رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

الحکم

سنہ ۱۳۱۸

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

نمبر ۳۰ — دار الامان قادیان ۲۴ اگست سنہ ۱۹۰۶ع — جلد ۱۰

بقیہ مضمون سید حامد شاہ صاحب سیالکوٹی

زمانہ موجودہ میں فساد اور اسکا مرکز اعتدال پر قائم نہ رہنا

(3)

اس زمانہ کا فتنہ و فساد میں مبتلا ہونا کچھ انوکھی بات نہیں۔ کیا تغیرات عالم کا اصول اس پر عائد نہیں ہوتا۔ کیا اس زمانہ کے انسانوں کا اسی میزان عدل پر قیام ہے جو ان کی فلاح اور بہبودی کی اصل اور بنیاد ہے۔ کیا اس نیرنگیوں نے طبائع پر اثر نہیں کیا۔ اور کیا یہاں ابھی تک وہ مواد جمع نہیں ہوئے کہ جنہوں نے مزاجوں میں اختلال پیدا کر کے ان کو اصلاح کا محتاج نہ کر دیا ہو۔ اللہ اللہ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ دیکھتے سنتے اور سمجھتے ہوئے پھر مجدد کی ضرورت کو محسوس نہ کیا جاوے۔ وہ پاک مقصد جس کے لئے **ایک لاکھ چوبیس ہزار** پیغمبر مبعوث ہوئے اور جنہوں نے خدا تعالیٰ کی پاک مرضی بجا لانے کی خاطر کیا کیا محنتیں گوارا کیں اور کیسی جانفشانی سے وہ اس مالک حقیقی کے نام کی منادی کرنے کرانے میں مصروف رہے کیا اس مقصد پاک کی اس زمانہ میں وہی قدر اور عزت طبائع میں جاگزیں ہے جو ان ابرار سابقین کا منشا تھا اگر طبیعتوں میں فساد نہیں ہے تو کیا قرآنی سطوت اور آسمانی بادشاہت کا دلوں پر رعب نہیں ہے اعمال و کردار کیا نمونہ دکھلاتے ہیں جس کی نگاہیں اس زمانہ کے تغیرات پر پڑی ہیں اس نے اسی الٰہی قانون کی پابندی سے زمانہ موجودہ کے مفاسد کو جانچا ہے اور ہر ایک پہلو سے اندرونی اور بیرونی فساد کا مشاہدہ کیا ہے اور وہی ہے جو اس وقت زمانہ کی محتاجی کو قابل اصلاح سمجھتا ہے۔ انبیا کا وہ پاک مقصد جس کے واسطے اس پاک جماعت کو خدا تعالیٰ نے مبعوث فرمایا انسان کو اس مرکز اعتدال پر قائم رکھنا تھا

جس سے اس خاکی نژاد کا اس چند روزہ دائرۂ عالم میں مسافرانہ زندگی بسر کرنا موجب برکات اور منتج حسنات ہو۔ اس مجموعۃ القویٰ ہستی کی ساری قوتیں اسی مرکز اعتدال پر اپنا کام کریں کہ جس سے انسانی شجرہ کی ساری شاخیں لہلہائیں اور بار آور ہوں۔ یہ ہے وہ مسلک مستقیم اور وہ صراط مستقیم ہے جس پر سب پاک تعلیموں کی جامع کتاب قرآن کریم ہے۔ جناب ہادی پاک محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے کافۃ الناس کو ہدایت کرنے کا ارادہ فرمایا اور اسی پاک کتاب نے انسانی جماعتوں کو حقوق اللہ اور حقوق العباد سے پورا پورا واقف کیا اور طبقات انسانی کی اصلاح و تہذیب کا مدار وہی قرار پائی سب مرسلان الٰہی کے منشا کو اسی کامل کتاب مبین نے ہمیشہ تک پورا کرتے رہنے کا بار اٹھالیا اور انبیاء گذشتہ کے جمیع کتب اور صحف کی سچائی کا معیار بھی یہی پاک اور روشن کتاب ٹھیرائی گئی۔ انسانی شجرہ کی ہر ایک شاخ کی پرورش کے قواعد مرتب کئے گئے اور اللہ تعالےٰ کی ذات اور اسکی صفات کا آسمانی پانی اس کی سیراب کرنے کے لئے اس میں جمع کیا گیا۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد احسن طریق سے قائم کر دیئے گئے اور میزان عدل پر رکھ کر ان کو وزن کیا گیا اور خدا کے پاک منشا کی زمین پر اشاعت کی گئی۔ اور جب ہی کہ ان قواعد کے خلاف ورزی زمین پر پھیلی تب ہی آسمان و زمین کے مالک نے اپنی مرضی کے قیام کی طرف توجہ کی۔ پس جب کہ اب اس زمانہ میں بھی ان قواعد پاک کے خلاف ورزی شروع ہوگئی ہے اور طرح طرح کے مفاسد وقتاً انسانی جماعتوں میں مختلف رنگوں میں راہ پا گئے ہیں یہ زمانہ جادۂ سلامتی سے اسی قدر پیچھے ہٹ گیا ہے جسقدر کہ وہ زمینی ترقیات کے اسباب میں بڑھ گیا ہے۔ اس زمانہ کی نیرنگیوں نے انسانی طبائع پر ایسا غالبانہ اثر کیا ہے کہ خدا کی مرضی اور اس کے پاک مقصد کا اول تو احساس نہیں اور اگر کم و بیش ہے تو بیرونی ہوا رخشک سے ایسا متاثر ہے کہ اس میں روحانیت اور سچی پاکیزگی کی تراوت نہیں۔

خدا کی پاک ذات میں جس فساد عظیم نے دخل پایا ہے

کفارہ و تثلیث اور مسیح کی خدائی۔

وہ ایسا ظلم صریح ہے کہ جس کی اشاعت نے انسانی جماعت کو اللہ کی شان عظیم کی وہ قدر کرنے سے جیسا کہ حق قدر کرنے کا ہے بہت دور پھینک دیا ہے۔ اس شرک یا ظلم عظیم کی ابتدا مسئلہ تثلیث اور کفارہ اور مسیح کا ولد رحمٰن ہونے اور خود خدا ہونے کے اعتقاد سے ہوئی ہے۔ ایک اللہ کا رسول اللہ کی عبودیت کا طریق دنیا پر قائم کرنے کے واسطے بھیجا گیا جیسے پہلے بہت سے اس کی جنس کے رسول اسی غرض کے واسطے بھیجے گئے تھے خدا کی آسمانی بادشاہت کا زمین پر اس نے وعظ کیا اور بندوں کو اسی ایک ذات کی شناخت کرانا چاہا اور اسی کی پاک مرضی کے بجا لانے کے واسطے اس آدم کے بیٹے نے اپنے وقت کے منکروں سے کیا کیا ایذائیں اور تکلیفیں برداشت کیں آخر کار وہ خاکی نژاد خود خدا تسلیم کیا گیا یہ ظلم صریح بڑھتا بڑھتا یہانتک آ پہونچا کہ اب ۱۹ طاقتیں آسمان کے نیچے اس زمین پر اس اعتقاد کی حمایت میں سرگرمی دکھا رہی ہیں۔ اور وہ ابن مریم جو ایلی ایلی لما سبقتنی کہتا ہوا اور اپنے خالق و مالک حقیقی کے آگے عجز و نیاز کرتا ہوا اس دار ناپائیدار سے گذر گیا۔ اس کے ماننے والے نئی روشنی کے دلدادہ قومیں خدا کی طرح اسکو زندہ اور حی و قیوم مان رہی ہیں۔ اور اپنے نفس پرستی کی دھن میں ایسی محو ہوئی ہیں کہ اپنے خدا کو صلیب پر۔ تین دن دوزخ کی سیر کرا کر پھر ایسا ولیسا بے عیب خدا قدوس جانتی ہیں۔ اس اعتقاد کی اشاعت میں جو سرگرمی اور جوش یہ قومیں دکھاتی ہیں وہ انکی مختلف تدابیر سے عیاں ہے ہر صورت سے جسطرح بن پڑے اس اعتقاد کو اطراف عالم میں پہونچایا جاتا ہے کوئی گوشہ زمین کا ابن آدم کی خدائی کی پکار سے خالی نہیں۔ کتابوں پر کتابیں اس ظلم عظیم کی تائید میں لکھی گئیں اور لکھی جاتی ہیں۔ اخباروں کے کاغذی گھوڑے میدان میں بڑی آب و تاب سے دوڑائے جاتے ہیں۔ جو رونق اور ترقی اس صلیبی مذہب کو اب نظر آتی ہے اور جس قسم کی وسائل اب اختیار کئے گئے ہیں ابتدائی دنوں میں ایسا نہ تھا۔ اس مذہب نے اپنے زعم میں اب ایک علمی رنگ اختیار کیا ہے اس کے حامی قوموں کے مفسروں اور فلاسفروں نے انسان کی خدائی کے لئے بہت زور لگایا ہے اور ہر طرح سے کوشش کی ہے کہ ابن مریم کو برائے نام درمیان رکھ کر ایک فرضی اور خیالی بت خدا کا طیار کریں اور اس تصویر کو ایسی آب و تاب سے چمکائیں کہ حقیقی معبود اور سچے پروردگار کا خیال دلوں سے دور کر دیویں۔ باپ کو نجات انسانی کے لئے کمزور معذور بنا کر بیٹے کو ایک مستعد من چلا نوجوان مریم کے بیٹے کا

لکھنا مفید اور کارآمد نہیں بلکہ نجات انسانی کے لئے ثابت کریں - [illegible] اشتہار اللہ تعالیٰ

حضرت اقدسؑ کی پاک باتیں

(ایک جامع درس)

سلسلہ کیلئے دیکھو الحکم ۱۷ اگست ۱۹۰۱ء

اعجاز کی حاجت کیوں ہوتی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قبول اسلام کے لئے کسی اعجاز کی ضرورت نہ پڑی اعجاز بینی کے خواہشمند وہ لوگ ہوتے ہیں جنکو تعارف ذاتی نہیں ہوتا۔ لیکن جنکو تعارف ذاتی ہو جاوے اُسے اعجاز کی ضرورت اور خواہش ہوتی ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے معجزہ نہیں مانگا کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے خوب واقف تھے اور خوب جانتے تھے کہ وہ راستباز۔ اور امین ہیں۔ جھوٹا اور مفتری نہیں۔ جب کہ کسی انسان پر کبھی افترا نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ پر افترا کرنے کی کبھی جرأت نہیں کر سکتا۔ بس یہ بات یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ نشان صرف اسلئے مانگا جاتا ہے کہ اسباب کے امکان کا اندیشہ گذرتا ہو کہ شاید جھوٹا نبی ہو مگر جب یہ بات اچھی طرح پر معلوم ہو کہ مدعی صادق اور امین ہے پھر نشان بینی کی کوئی ضرورت ہی نہیں رہتی یہ بھی یاد رہے کہ جو لوگ نشان دیکھنے کے خواہشمند ہوتے ہیں اور اصرار کرتے ہیں ایسے لوگ راسخ الایمان نہیں ہو سکتے بلکہ ہر وقت خطرہ کے محل میں رہتے ہیں۔ ایمان بالغیب کے ثمرات ان کو نہیں ملتے کیونکہ ایمان بالغیب کے اندر ایک فعل نیکی کا حسن ظن بھی ہے جس سے وہ جلد باز بے نصیب رہ جاتا ہے جو نشان دیکھنے کے لئے جلدی کرتا اور زور دیتا ہے مسیح علیہ السلام کو حواریوں نے نزول مائدہ کے لئے زور دیا تو خدا تعالیٰ نے ان کو زجر بھی کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ہم تو مائدہ نازل کریں گے لیکن بعد نزول مائدہ جو انکار کرے گا اُس پر سخت عذاب نازل ہو گا۔ قرآن شریف میں اس قصہ کے ذکر سے یہ فائدہ ہے کہ بتلایا جاوے کہ بہترین ایمان کونسا ہے۔ اور اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نشانات یوں تو اجلی بدیہیات سے ہوتے ہیں لیکن ان کے ساتھ ایک طرف اتمام حجت منظور ہوتا ہے اور دوسری طرف ابتلا کے امت اس لئے بعض امور فیما ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے ساتھ ایک ابتلا رکھتے ہیں۔ اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ نشان مانگنے والے لوگ مستعجل اور حسن ظن سے حصہ رکھنے والے ہوتے ہیں اور انکی طبیعت میں ایک احتمال اور شک پیدا کرنیکا مادہ ہوتا ہے تب ہی تو وہ نشان مانگتے ہیں۔ اس لئے جب نشان دیکھتے ہیں تو پھر بیہودہ طور پر اس کی تاویلیں کرنی شروع کر دیتے ہیں اور اسکو کبھی سحر کہتے ہیں کبھی کچھ نام رکھتے ہیں۔ غرض وہ وہم پیدا کرنے والی طبیعت ان کو امر حق سے دور لے جاتی ہے۔ اس لئے میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم وہ ایمان پیدا کرو جو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صحابہ کا ایمان تھا رضی اللہ عنہم۔ کیونکہ اس میں حسن ظن اور صبر ہے اور وہ بہت سے برکات اور ثمرات کا منبع ہے۔ اور نشان دیکھ کر ماننا اور ایمان لانا اپنے ایمان کو مشروط بنانا ہے یہ کمزور ہوتا ہے اور جھوٹا بار ور نہیں ہوتا۔ ہاں جب انسان حسن ظن کے ساتھ ایمان لاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ ایسے مومن کو وہ نشان دکھاتا ہے جو اُس کے ازدیاد ایمان کا موجب اور انشراح صدر کا باعث ہوتے ہیں خود انکو نشان اور آیات اللہ بنا دیتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اقتراحی نشان کسی نبیؑ نے نہیں دکھلائے۔ مومن صادق کو چاہیئے کہ کبھی اپنے ایمان کو نشان بینی پر مبنی نہ کرے۔

مال اور دولت دین کا خادم ہو تو متقی کی ایک صفت ہے

میں پھر اصل بات کیطرف رجوع کر کے کہتا ہوں کہ دولتمند اور متمول لوگ دین کی خدمت اچھی طرح کر سکتے ہیں اسی لیے خدا تعالیٰ نے مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۔ متقیوں کی صفت کا ایک جزو قرار دیا ہے۔ یہاں مال کی کوئی خصوصیت نہیں ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے کسی کو دیا ہے وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرے مقصود اس سے یہ ہے کہ انسان اپنے بنی نوع کا ہمدرد اور معاون بنے۔ اللہ تعالیٰ کی شریعت کا انحصار دو ہی باتوں پر ہے تعظیم لامر اللہ اور شفقت علی خلق اللہ پس مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۔ میں شفقت علی خلق اللہ کی تعلیم ہے دینی خدمات کے لئے متمول لوگوں کو بڑے بڑے موقع ملجاتے ہیں ایک دفعہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روپیہ کی ضرورت بتلائی۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گھر کا کل اثاث البیت لیکر حاضر ہو گئے آپ نے پوچھا ابوبکر! گھر میں کیا چھوڑ آئے تو جواب میں کہا کہ اللہ اور رسول کا نام چھوڑ آیا ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نصف لے آئے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا

عمر! گھر میں کیا چھوڑ آئے تو جواب دیا کہ نصف۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر و عمر کے فعلوں میں جو فرق ہے وہی ان کے مراتب میں فرق ہے۔

دنیا میں انسان مال سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے۔ اسی واسطے علم تعبیر الرویا میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص دیکھے کہ اس نے جگر نکال کر کسیکو دیا ہے تو اس سے مراد مال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حقیقی اتقا اور ایمان کے حصول کے لیے فرمایا لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ حقیقی نیکی کو ہرگز نہ پاؤ گے جب تک کہ تم عزیز ترین چیز خرچ نہ کروگے کیونکہ مخلوق الٰہی کے ساتھ ہمدردی اور سلوک کا ایک بڑا حصہ مال کے خرچ کرنے کی ضرورت بتلاتا ہے اور ابنائے جنس اور مخلوق الٰہی کی ہمدردی ایک ایسی شئے ہے جو ایمان کا دوسرا جزو ہے جسکے بدون ایمان کامل اور راسخ نہیں ہوتا۔ جب تک انسان ایثار نہ کرے دوسرے کو نفع کیونکر پہونچا سکتا ہے دوسرے کی نفع رسانی اور ہمدردی کے لئے ایثار ضروری شئے ہے اور اس آیت میں لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ میں اسی ایثار کی تعلیم اور ہدایت فرمائی گئی ہے۔

پس مال کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا بھی انسان کی سعادت اور تقویٰ شعاری کا معیار اور محک ہے۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی میں للّٰہی وقف کا معیار اور محک وہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ضرورت بیان کی اور وہ کل اثاث البیت لیکر حاضر ہوگئے۔

انبیاء علیہم السلام کو ضرورتیں کیوں لاحق ہوتی ہیں؟

میں یہاں ایک ضروری امر بیان کرنا چاہتا ہوں کہ انبیاء علیہم السلام کو ضرورتیں کیوں لاحق ہوتی ہیں؟ اللہ تعالےٰ اسباب پر قادر ہے کہ ان کو کوئی ضرورت پیش نہ آوے۔ مگر یہ ضرورتیں اس لئے لاحق ہوتی ہیں تاکہ للّٰہی وقف کے نمونے مثال کے طور قائم ہوں اور ابوبکر رض کی زندگی کا وقف ثابت ہو اور دنیا میں خدائے مقتدر کی ہستی پر ایمان پیدا ہو اور ایسے للّٰہی وقف کرنیوالے دنیا کے لئے بطور آیات اللہ کے ٹھیریں۔ اور اس مخفی محبت اور لذت پر دنیا کو اطلاع ملے جسکے سامنے مال و دولت جیسی محبوب و مرغوب شئے بھی آسانی اور خوشی کے ساتھ قربان ہوسکتی ہے اور پھر مال و دولت کے خرچ کے بعد للّٰہی وقف کو مکمل کرنے کے واسطے وہ قوت اور شجاعت ملے کہ انسان جان جیسی شئے کو بھی خدا تعالیٰ کی راہ میں دینے میں دریغ نہ کرے

غرض انبیاء علیہم السلام کی ضرورتوں کی اصل غرض دنیا کی جھوٹی محبتوں اور فانی چیزوں سے منہ موڑنے کی تعلیم دینے۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی پر لذیذ ایمان پیدا کرنے اور ابنائے جنس کی بہتری اور خیرخواہی کے لئے ایثار کی قوت پیدا کرنے کے واسطے ہوتا ہے ورنہ یہ پاک گروہ خزائن السموات والارض کے مالک کی نظر میں جلیا ہے ان کو کسی چیز کی ضرورت ہوسکتی ہے تو وہ ضرور تیں تعلیم کو کامل اور انسان کے اخلاق اور ایمان کے رسوخ کے لئے پیش آتی ہیں۔

باقی آئیندہ انشاء اللہ

حضرت حکیم الامت کے ارشادات

انسان کے پاک ارادے ملائکہ میں جلوہ گری کرتے ہیں اور ملائکہ کے پاک ارادے پاک لوگوں میں جلوہ گری کرتے ہیں اس لیئے پاک لوگوں کے ارادے ملائکہ کی تحریک ہوتے ہیں۔ پس جو لوگ پاک لوگوں کے فیض صحبت سے حصہ لیتے ہیں وہ ملائکہ کی پاک تحریکوں سے حصہ لیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ کا حکم دیا ہے۔ صادقوں کی صحبت انسان کے دلی زنگ اور باطنی سیاہی کو دور کرنے میں مددگار ہوتی ہے کیونکہ انسان صحبت کے اثروں سے اثر پذیر ہوتا ہے پس صادق کی صحبت صدق و اخلاص کے رنگ سے اسکو رنگین کرے گی۔

شیطان کی تحریک گندے آدمیوں میں جلوہ گری کرتی ہے۔ آگ کا اندرونی حصہ جیسے ظلمت ہے ایسا ہی شیطان کا مظہر بھی باہر سے روشن ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ تمام شیطانی کرتوتیں بظاہر خوبصورت اور محظوظ کرنے والی معلوم دیتی ہیں مگر یہ دھوکا ہے اسکے اندر تاریکی کا جن ہے۔

یاد رکھو نور اور ظلمت اللہ تعالیٰ کی دو جداگانہ مخلوق ہیں نور سے ملائکہ اور ظلمت سے شیاطین پیدا ہوتے ہیں اور ان کا ظہور بروزی طور پر ہوتا ہے۔

مینے مخالف لوگوں کی کتابوں میں ایک حدیث پڑھی ہے جس نے مجھے بڑے

مولا غلام

غور کا موقع دیا اور وہ حدیث مجھے بڑی ہی دلچسپ معلوم ہوئی (اگر ہے) اس کا مضمون یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو ترغیب دیتے ہیں کہ کھجور کا درخت اس بقیہ مٹی سے بنایا گیا جس سے حضرت آدم علیہ السلام بنائے گئے تھے اور اس لئے وہ مسلمان کی پھوپھی ہے۔ بڑے غور اور فکر کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ یہ فقرہ نبوت کے چشمہ سے ضرور نکلا ہے۔ اور ساتھ ہی مجھے رنج بھی ہوا۔ ایک اور حدیث کا مضمون ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پاک مجلس میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے پوچھا کہ ایک درخت ہے کہ وہ مومن کی مثال ہے اور پھر آپ ہی فرمایا کہ وہ کھجور ہے۔ اس میں سر کیا تھا؟ کھجور کے درخت میں چند خصوصیتیں ہوتی ہیں

(۱) کھجور کا پھل روٹی کا قائمقام ہوتا ہے۔

(۲) روٹی کے ساتھ سالن کا بھی کام دیتا ہے۔

(۳) پھل کا پھل بھی ہے۔

(۴) شربت کا کام بھی دیتا ہے۔

(۵) اس کے پتے ہوا کے شدید سے شدید جھوکوں سے بھی نہیں گرتے ہیں۔

(۶) پھر پتوں کے پنکھے چٹائیاں بنتی ہیں۔

(۷) تنے کی رسیاں بنتی ہیں۔

(۸) ریشوں سے تکیے بنتے ہیں

(۹) لکڑی کام آتی ہے۔

(۱۰) کھجور کی گٹھلی سے جانوروں کے لیے عمدہ غذا بنتی ہے۔

(۱۱) شاخوں کے سرے کے درمیان کی گری مقوی ہوتی ہے۔

غرض کھجور ایک ایسا درخت ہے کہ اس کا کوئی حصہ بھی ایسا نہیں جو مفید اور نفع رساں نہ ہو۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے درخت کی مثال سے یہ بتلایا ہے کہ مسلمان کو بڑا ہی نفع رساں ہونا چاہیئے۔ اور ایسا ثابت قدم اور مستقل مزاج ہو کہ کوئی ابتلا اس پر اثر نہ کر سکے۔ مگر مجھے یہ دیکھ کر سخت رنج ہوا کہ آج مسلمانوں کی یہ حالت نہیں رہی۔

خشیۃ املاق کی وجہ سے اولاد کو قتل کرنا منع ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ جان سے مار ڈالنا منع ہے مگر میرے نزدیک جو لوگ اپنی اولاد کو علوم دینیہ سے اس لئے محروم رکھتے ہیں کہ ان کے پاس روپیہ نہیں ہے وہ بھی قتل اولاد کرتے ہیں۔ دنیا کے کام پر اس لئے لگا دیتے ہیں کہ کما کر ہمیں آرام پہونچاویں نا عاقبت اندیش اتنا نہیں سمجھتے کہ علوم دینیہ سے بے خبر رکھ کر ان کو ابدی جہنم کے لائق بنا دیا۔ اور ان کی نیکی کی قوتوں کو کچل ڈالا۔

دوزخ انسان کے لئے وارم باتھ ہے یہ انسان کی اصلاح کرتا ہے۔ جیسے گرم حمام بعض بیماروں کے علاج اور اصلاح کا موجب ہوتے ہیں اور ایسا ہی بعض گرم دوائیں ایسا ہی دوزخ بھی ذریعہ اصلاح ہے میں نے قرآن کریم سے آتشک کے مریض کا علاج تجویز کیا ہے اور پھر مجھے اس میں کامیابی ہوئی ہے ایسے مریض کے لئے میں نے شجر زقوم دودھ کی کابلی جو کے ساتھ گولیاں بنوا کر دیں۔ اور پھر جب پیاس لگتی تھی تو گرم گرم پانی پلاتا تھا آخر اس مریض کو بفضلہ تعالی آرام ہو گیا۔ اور تصدیق ہو گئی کہ دوزخ اصلاح ہی کا ذریعہ ہے۔

انسان کے نطفہ میں عادات۔ اخلاق کمالات کا اصل ہوتا ہے۔ والدین کے ایک ایک برس کے خیالات کا اثر ان کی اولاد پر پڑتا ہے۔ جتنی بداخلاقیاں بچوں میں ہوتی ہیں۔ وہ والدین کا اثر ہوتا ہے پس خود نیک بنو۔ اخلاق فاضلہ حاصل کرو۔ تا تمہاری اولاد نیک ہو۔ الولد سر لابیہ میں یہی بھید ہے۔ اولاد۔ والدین کے اخلاق اعمال عقائد کا آئینہ ہوتی ہے۔

رسالہ گورنمنٹ او جہاد

مسئلہ جہاد کی حقیقت اور ان نامعقول اعتراضوں کے استیصال کے لئے جو نادان مسئلہ جہاد پر کرتے ہیں حضرت اقدس نے حال میں ایک پمفلٹ انگریزی اور اردو میں شائع کیا ہے۔ ہمکو یہ معلوم کرکے از بس خوشی ہوئی ہے کہ گورنمنٹ کے ذمہ دار مدبر اور صائب الرائے عہدہ داروں نے اس رسالہ کی اشاعت پر اظہار مسرت کیا ہے منجملہ ان کے صاحب کمشنر بہادر قسمت پشاور ہیں۔ صاحب موصوف نے اس رسالہ کو پڑھکر جو قابل قدر رائے اپنی انگریزی چٹھی کے ذریعہ ظاہر کی ہے ہم اسکو کسی اگلی اشاعت میں انشاءاللہ ترجمہ کرکے چھاپ دیں گے۔ سردست ہمکو اتنا ہی کہنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اگر گورنمنٹ اس رسالہ کی اشاعت میں مدد دے تو حضرت اقدس اپنے خرچ سے اسکی اسقدر کاپیاں جتنی کہ گورنمنٹ طلب کرے سرحد کے لوگوں میں شائع کرنے کے مشتاق ہیں اور نہ کسی معاوضہ یا صلہ کی امید پر بلکہ آپ نے فرمایا کہ میں اسکو اپنا مذہبی اور منصبی فرض سمجھتا ہوں کہ ایسی غلطیوں کی اصلاح کروں۔ اور لوگوں میں صلح اور امن کے خیالات کو پھیلاؤں۔ ہمارا ارادہ ہے کہ اس رسالہ پر مفصل ریویو لکھیں۔

کم از کم تین مرتبہ اس کو ضرور
پڑھو اور اگر ہر روز نہیں
تو ہفتہ میں ایک بار
ضرور پڑھ لیا
کرو

خطبۃ الجمعۃ

جو حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی ایدہ اللہ نے ۱۷ اگست ۱۹۰۰ء کو پڑھا۔ یہ خطبہ اس قابل ہے کہ اگر ہر روز نہیں تو ہفتہ میں ایک بار ضرور پڑھ لیا جایا کرے کیونکہ اس سے وہ معرفت اور نور ملتا ہے جس کے لئے یہ چودھویں صدی مبارک اور مخصوص کی گئی ہے ہمارے اپنے الفاظ اس خطبہ کی حقیقت اور حقیقت کے بیان کرنے سے قاصر رہ گئے ہیں جب کہ خود حضرت امام ہمام حجۃ اللہ فی الارض جناب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی تعریف فرمائی ہے جیساکہ ناظرین کو معلوم ہو جاوے گا ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ہماری دلی آرزو ہے کہ وہ ایمان بالرسل جس کی حقیقت اس خطبہ کی جان ہے ہم کو اور ہمارے پڑھنے والوں کو نصیب ہو

آمین

(ایڈیٹر)

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و اشہد ان محمدا عبدہٗ و رسولہٗ۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ

الی الآیۃ

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کا کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں تفریق کر دیں کہتے ہیں کہ بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اس کے اندر اندر ایک راہ بنالیں وہ یقیناً کافر ہیں۔

اللہ جل شانہ کے ماننے کے بعد **رسولوں پر ایمان لانے کا** مسئلہ درحقیقت ایک نازک مسئلہ ہے۔ اس مسئلہ کے سمجھنے میں بڑی دقتیں اور مشکلات پیش آتی ہیں اگرچہ کہ یہ مسئلہ بھی ایمانیات کی قسم سے ہے اور وہی مشکلات اس کے چاروں طرف محیط ہیں جو مسئلہ الوہیت اور ملائکہ اور کتب پر ایمان لانے کی نسبت ہیں۔ اور علاوہ بریں رسول کا جنس انسان سے ہونا ان مشکلات کی تاریکی کو اور بھی زیادہ ترقی دینے کا موجب ہوا۔ رسول کی جامع تعریف کیا ہے؟ اس کی شناخت کی علامات کیا ہیں؟ پھر اس پر کس درجہ کا ایمان چاہیئے؟ اس کے اقوال و افعال یعنی اس کی سنت کی اتباع میں کس حد تک رنگین ہونا چاہیئے۔ غرض کیونکر اس میں سرتاپا کھوئے جائیں؟ یہ باتیں ہیں جن کا حل کسی زمانہ میں بہت آسانی سے نہیں ہوا اور توقع کے موافق گرد و غبار سے مطلع صاف نہیں ہوا۔ درحقیقت آفتاب صداقت یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد عادتاً اس ضروری اور اہم مسئلہ کی راہ میں بیشمار روکیں پیدا ہوئیں اور فیج اعوج نے تو مکڑی کی طرح اس کے اردگرد جالوں کے انبار تن دیئے اور آخر بجز رسم اور عادت کی پیروی اور افراط تفریط کے اور کچھ نہ رہا الا ماشاء اللہ۔ مگر خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمیں ان امور کی نسبت نہ تو کوئی اضطراب ہے اور نہ حیرت مذموم لاحق ہے۔ زمانہ کے سیکڑوں ار چکروں اور صدیوں کے انتظاروں کے بعد خدا تعالیٰ نے ہمارے زمانہ میں نبوت اور رسالت کے منہاج پر ایک سلسلہ کھڑا کیا ہے جس نے رسالت اور نبوۃ کو بڑی صفائی سے ہم پر منکشف کر دیا ہے اور رسالت کا چہرہ جو صدیوں کے شکوک و وساوس کے بادلوں میں چھپ گیا تھا اصلی روشنی کے ساتھ ہم پر جلوہ گر کیا گیا ہے۔ اس مبارک ظل نے نہ صرف ایک اصل کو بلکہ ساری نبوتوں اور رسالتوں کو نئے سرے زندہ کر دیا ہے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان اور خاص فضل ہم پر ہے کہ ہمیں خیالی اور قیاسی باتوں سے دل بہلانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ہم میں خاص اسی رنگ اور اسی نمونہ پر ایک فرستادہ ربانی اور مرسل یزدانی موجود ہے۔ اس مبارک الشان کے وجود نے اپنے فعل اور قول اور علامات صدق سے وہ ساری راہیں صاف کر دی ہیں جو مدتوں مسدود رہیں اور کسی رہرو کا نقش پا ان پگڈنڈیوں پر نہ ملتا تھا۔ اور ہم نے اسی شرح صدر اور ذوق سے۔ انہی دلائل اور حجج سے۔ انہی علامات صدق سے اسے پہچانا جن کے وسیلہ سے صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے نور محمدی کو (علیہ افضل الصلوات والتسلیمات) پہچانا تھا۔ قسم اس خدائے ذوالجلال کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں ہر وقت اس مصفا آئینہ میں تمام نبیوں اور مرسلوں اور اہل اللہ کا صاف صاف چہرہ دیکھتا ہوں و للہ الحمد۔ الغرض اس وقت خدا کے فضل سے حضرت مرسل اللہ مسیح موعود علیہ السلام کے طفیل ہمارا بوجھ بہت ہلکا ہو گیا ہے اور ہمیں بڑی آسانی سے پتہ مل گیا ہے کہ خدا کے

(رسالت کی حقیقت کا زندہ نمونہ)

فرستادے کیسے ہوتے تھے اور کن علامات سے وہ شناخت کئے جاتے تھے - مبارک ہو اس آنے والے کو جس نے تمام آچکے ہوؤں کی لاج رکھ لی اور دین حق کو جو افسانوں کے رنگ میں ہو چکا تھا پھر اپنے انفاس مسیحی سے بحال کیا۔ اور مبارک ہو اُس قوم کو جنکو اس پر آشوب وقت میں عنایت ازلی کا بدرقہ سیدھا قادیان کی دارالامان میں لے آیا اور اُن کا ہاتھ خدا کی ہاتھ میں دیدیا - اب بڑی بات جسپر میں اپنی جماعت کو توجہ دلانا چاہتا ہوں یہ ہے کہ کسدرجہ کا ایمان ہمیں اس امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت رکھنا چاہیئے - میں صاف صاف کہتا ہوں اور بصیرت اور شرح صدر سے کہتا ہوں کہ اسی قسم کا ایمان جو اس امام کے متبوع و مقتدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسبت چاہا گیا ہے - جبکہ یہ مرسل اُسی رنگ اور اُسی منہاج اور اُسی قدم پر ہے - اس لیے کہ اُسی ایمان کو اُن ہی طاقتوں اور معجزوں کے ساتھ ثریا سے اُتارنے کے لئے آیا ہے جو قرآن کریم نے دنیا کو بخشا تھا عرض جبکہ چشمہ ایک ہی ہے اور آقا اور غلام دونوں ایک ہی مقصد کے پورا کرنے کو یکساں ہتھیار لے کر آئے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ مرسلان الٰہی میں تفریق روا رکھی جائے۔ بخدائے عظیم مجھے تو ذرا بھی تردد نہیں اس بات کے کہنے میں کہ ہو نہ ہو متفرقین وہی لوگ ہیں جو بعض کو ماننے اور بعض کا انکار کرتے ہیں - اب اسبات کی تشریح اور صفائی کے لئے کہ وہ کیسا ایمان ہونا چاہیئے یا وہ کیسا ایمان تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت قوم سے طلب کیا گیا میں قرآن کریم کی ایک آیت پڑھتا ہوں اس میں ہماری جماعت کو ہمیشہ غور کرنا چاہیئے - اور چاہیئے کہ کبھی اپنے

(ایمان بالرسول کی حقیقت)

غلام مولا

ایمانوں پر مطمئن نہ ہوں اور نہ کید نفس سے ایمن ہوں اور وساوس کے ورطہ میں مبتلا ہو جانے سے ہرگز نڈر نہ ہوں جب تک دامان دل میں اس جنس کے ایمان کا موتی ڈال نہ لیں جو اس آیت سے سمجھ میں آتا ہے اور وہ آیت یہ ہے فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا - یعنی تیرے رب کی قسم وہ مومن نہیں ہوں گے جب تک تجھے اپنے تمام جھگڑے کی باتوں میں حکم نہ بنائیں - پھر اس کے بعد یہ کریں کہ تیرے فیصلہ سے کوئی اٹک اپنے دلوں میں نہ پائیں اور اُس کے آگے سر تسلیم خم کردیں مجھے یاد ہے کہ اس آیہ شریفہ پر پہلے بھی الحکم کے کسی پرچہ میں کچھ لکھ چکا ہوں - اب بھی کچھ تھوڑا سا بیان کرتا ہوں - اس آیت میں ایمان بالرسول کے لئے یہ شرط لگا دی گئی ہے کہ ہر اختلاف باہمی کے وقت رسول حکم ہو - اُسکا فیصلہ ناطق اور قطعی ہو - اُس کے فیصلہ پر زبانیں ہی نہیں دل بھی شرح و ذوق سے راضی ہو جائیں - اور بالآخر اُس کے موافق عمل در آمد کرکے بھی دکھا دیں - ایک صاحب دل جو اس تلاش میں کھپتا رہتا ہے کہ قوم بنانے کے اور قوم کو سنوارنے کے اصول اور قواعد پیدا کرے وہ اس حکیم آیت کی قدر کرسکتا ہے کہ اس نے قوم بنانے اور پھر اسکی اصلاح کا کیسا اچھوتا گُر بتایا ہے - دنیا میں ایسے افراد ہیں اور عام کاروبار کی ہر ایک شعبہ میں لازماً ہوا کرتے ہیں جنکی رائوں اور امروں کا اتباع ایک کثیر گروہ کو فوراً آنکھ بند کرکے کرنا پڑتا ہے - میدان جنگ میں بیشمار جانیں اور دل کٹھ پتلی کی طرح ایک سرلشکر کے اشاروں پر کھیلتی ہیں اور کھیلنا پڑتا ہے علی

ہذ القیاس اس سے اور بہت سی مثالیں پیدا کرلو - اب یہ بات تو کوئی قابل نزاع نہیں رہی کہ نظام قدرت ہیئت اجتماعی کے قائم رکھنے کے لئے اس امر کو چاہتا ہے کہ ایسے متبوع اور مقتدا ہوں جنکی اطاعت اس درجہ کی ہو - مگر نظارۂ قدرت کا تجزیہ اور ان افراد کا استقراء کشاں کشاں اسطرف لاتا ہے کہ تمام افراد اس قابل نہیں ہوتے کہ اُن کی اتباع آخر کار لازماً فلاح اور فوز اور سعادت کا نتیجہ دے اور کبھی بھی ہلاکت اُس سے پیش نہ آوے - مثلاً ممکن ہے اور واقعات اس کے شاہد ہیں کہ فوج نے سرلشکر کا امر اتباع کے پورے معنوں میں مانا ہے اور کبھی فوج اور کبھی دونو آمر و مامور ہلاک ہوگئے ہیں یہ خوف جو اس تجربہ کا سچا نتیجہ ہے تنبیہ کرتا ہے کہ ہر ہاتھ میں ہاتھ دینا روا نہیں - ادھر ایک اور شخص آزادی رائے اور قوت خود اختیاری کی حمایت میں آستین کس کر کھڑا ہوتا ہے کہ ایک فرد خاص کی اطاعت و اتباع اس درجہ کی جو تمہارا مطلوب ہے فری ول یعنی قوت اختیار کا خون کرنا ہے۔ علاوہ بریں عقل کیونکر تسکین پا جائے اس بات سے کہ ایک ایسے شخص کی اتباع اور تحکیم فرض قرار دیدی جائے ایسی قوموں پر جو ہر قسم کے تجربوں اور دانشوں اور فراستوں کے جامع فردوں سے مرکب ہوں۔ ان ملمع کار باتوں کی بظاہر سطحی خیال لوگوں پر ہیبت پڑ سکتی تھی - ان تمام اعتراضوں کے کافی جواب کو مدنظر رکھکر اور برقرار قلوب کو پوری تسکین دینے کے لئے خدای حکیم نے اپنا کلام اس طرح پر شروع کیا - فَلَا وَرَبِّكَ - رَبِّكَ اس راز کی کلید ہے - یعنی قانون قدرت اور اصول فطرت کے موافق

(رسول کے فیصلہ پر [illegible])

ہم نے اس انسان کو اپنے دلستان میں تربیت کرکے بھیجا ہے اور کیا کبھی ہو سکتا ہے کہ ہمارا تربیت کردہ جسے ہم نے اصلاح خلق کے مناسب حال قویٰ عنایت کئے ہیں کسی امر میں غلطی کھا جائے اور اُسکے اتباع و تحکیم کا نتیجہ کبھی ہلاکت اور تباہی ہو سکتی ہے؟ حقیقت میں انسان کی بقرارطبیعت کے اغراض کی حقیقت اور خدا تعالیٰ کے شافی جواب کی ماہیت ایک سلیم الفطرۃ کے سوا دوسرا کم سمجھ سکتا ہے۔ لا انتہا دوروں کے لا انتہا سائلوں۔ دنیا کے دانشمندوں۔ فلسفیوں اور عقل و فہم پر ناز کرنے والوں کو خواہ کسی ملک و ملت کے ہوں ایک ہی جواب دیا گیا ہے اور حکیم قرآن نے اسے کافی ووافی سمجھا ہے۔ اور ایک قادر مطلق قہار آواز سے حکم دیا ہے کہ ایک انسان کی۔ جو خدا کا شاگرد ہے تحکیم اور اتباع اختیار کرو۔ عزیزو! کوئی ہے جو اس جواب کو ناکافی کہے اور اس دلیل کو جو اتباع کے لئے دی گئی ہے کمزور کہے۔ ہاں ممکن تو ہے کہ ناعاقبت اندیش جلد باز کسی طرف سے بول اُٹھے کہ یہ محض تحکم اور زور آوری ہے کیونکر ممکن ہے کہ ایک ایسے شخص کے پاؤں میں تمام تجربہ کار عقلیں اپنی اپنی پگڑیاں اُتار کر رکھدیں جس نے زمانہ کے نشیب و فراز سے کچھ بھی نہیں دیکھا۔ اور عمر کا کثیر حصہ پہاڑ کے غاروں اور گھر کے تاریک گوشوں میں بسر کیا۔ اور زمانہ کی کسی شوخ اور واقف کار سوسائٹی کی دہلیز کے اندر قدم نہیں رکھا۔ کسی ملکی اور سیاسی مدرسہ میں کبھی تعلیم نہیں پائی۔ کسی مذہبی معلم کی شاگردی کا فخر حاصل نہیں کیا۔ اللہ اللہ ایسے شخص کے مقابل چاہا جاتا ہے کہ صیقل یافتہ اور مہذب عقلیں اور تعلیم و تربیت کی معراج پر پہونچی ہوئی دانشیں

(مندرجہ بالا اعتراض کے جواب کی چھٹی وجہ بذریعہ واقعہ ...)

اپنے سارے اندوختوں کو خاکستر کردیں۔ اس اعتراض کے جواب کی لئے پہلے سے بھی زیادہ صاف راہ کھلی ہوئی ہے۔ یعنی یہ کہ جس قوم نے کامل اتباع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا اور آپ کی پیروی میں سراسر کھوے گئے۔ اور کوئی اپنا ارادہ اور تجربہ اور علم اور فہم اُس کے امر کے آگے کچھ بھی نہ سمجھا۔ آپ کے اوامر کی پیروی تو ایک طرف آپ کے عادات اور ذاتیات کی پیروی کو بھی اپنا فخر سمجھا۔ اُس قوم کا کیا حال ہوا؟ کیا ایسے اتباع اور تحکیم نے اُنھیں کوئی نقصان پہونچایا؟ یا تاریکی کے رہنے والوں کو نور کے فرشتے بنا دیا۔ صحابہ کی ابتدائی حالتیں یا دنیا کی اُس حالت کا نقشہ ان لفظوں میں کتاب اللہ نے دکھایا ہے ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ یعنی یہ رسول ایسے وقت میں آیا جبکہ اہل کتاب اور امی سب بگڑ چکے تھے۔ اور اس رسول کا کام ان لفظوں میں بتایا اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا یعنی اب خدا چاہتا ہے کہ اس رسول کے واسطہ سے اُن دلوں کو جو مرچکے تھے پھر زندہ کرے اور پھر رسول کی پیروی کا یہ نتیجہ بتایا فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ یعنی میری پیروی کرو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم اللہ کے محبوب ہوجاؤ گے۔ محبوب اللہ ہونا قرآن کریم کی اصطلاح میں جو زندہ اور بابرکت کتاب ہے یہ ہے کہ تم انسانی ترقیات اور مدارج عالیہ کے کمال تک پہونچ جاؤ گے اور بالآخر قدرۃ اور شوکت تمہارے حصہ میں آئے گی۔ بے برکت اور اپھل اور بے ثبوت کتابوں کے خلاف جو نصرانیوں اور آریوں کے ہاتھ میں ہیں قرآن کریم کوئی ایسا دعویٰ نہیں کرتا جس کا ثبوت موت کے بعد دوسرے عالم پر جاپڑے کیونکہ اس طرح تو کوئی مذہب باطل نہیں اور سب کے اپنے مُنہ کے دعوے اور دل خوش کُن باتیں سچی ہیں۔

مثلاً وید کی رچائیں یعنی دعائیں جب ساری کی ساری ناکام رہیں تو کیا اُمید ہوسکتی ہے اُس کے پیرو کو کہ وہ اُس کے اتباع کے ساتھ باوجود یہاں کی نامرادی اور ناکامی کے دوسرے جہان میں کامیاب ہوجائے گا۔ اور انجیل نے جبکہ ایک سخت ناکام اور گھاٹا پانے والا آدمی پیش کیا جسکو سامنے یہاں قدم قدم پر نامرادی پیش آئی۔ بلکہ عیسائیوں کے قول کے موافق اُسکی وہ دعا بھی نہ سنی گئی جو شدۃ اضطراب و اضطرار کے وقت اُسنے مانگی تھی اور بڑی منت وسماجت وزاری کے بعد بھی موت کا پیالہ اُس کے مُنہ سے ٹل نہ سکا تو کیا اُمید ہوسکتی ہے اور کیا ثبوت اور عقلی ثبوت ہے کہ ایسے شخص کی آیندہ کی زندگی کے وعدے سچے ہو سکتے ہیں اور اُسکا پیرو دوسری زندگی میں کامیاب ہوگا۔ جہاں تک میں غور کرتا ہوں اور خدا تعالےٰ کے لئے غور کرتا ہوں مجھے کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ کیوں انجیل کے ناکام اور پورے معنوں میں ناکام اور ضعیف ترین ہیرو اور وید کے موہوم رشیوں کو مانا جاوے۔ تمام نبیوں نے حضوصاً حضرت موسیٰ نے بڑا بھاری نشان من جانب اللہ نبیاں کا یہ بتایا تھا کہ اُس کے مُنہ کی باتیں پوری ہو جائیں گی۔ اور حقیقت میں ہے بھی یوں ہی۔ یہ دنیا ایک سٹیج ہے جسکا ایکٹ ایسے بموجب ایکٹر کے دعووں اور تحدیوں کے اور بموجب منشا اسکی دعوت و رسالت کے کامیابی اور عزاز کے ساتھ پورا ہوگیا اسی کی نسبت دعویٰ کیا جا سکتا ہے یا وہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ وہ دوسرے جہان کا شفیع بھی ہوگا۔ اور اسکی ہدایتیں اُس عالم میں فلاح اور سعادت کے موجب ہوں گی۔ ورنہ خدا کے لئے بتاؤ کہ ایک بھنگڑ فقیر اور دردیش اپنے اس دعوے میں کیونکر کاذب کہا جائے گا کہ میری پیروی کرو تم موت

([illegible])

([illegible])

(مسیح کی نامرادیاں ابطال الوہیت کی بیّن دلیل ہیں)

کے بعد بڑے آرام پاؤ گے۔ اس میں شک نہیں کہ بہت سے لوگ انجیل کے ہیرو سے پھر گئے جب اُنھوں نے دیکھا کہ اس کے دل خوش کن وعدوں پر عزت کی جگہ ذلت اور ادبار پڑا۔ یہ بڑی آسان اور ظلم کی بات ہے کہ صریح نامرادیوں کے بعد یہ عذر تراش لیا جاوے کہ اس ناکام انسان کی بادشاہت آسمان کی بادشاہت تھی۔ کس نشان پر اُسے خدا مانا جاتا ہے؟ کون سے عملی نمونے اُس سے سرزد ہوے جو عام انسانوں سے بڑھ کر تھے۔ یا اقلاً انبیا توریت کی برابر تھے مجرد دعوی محض فضول ہیں۔ الفاظ سے خدائی نکالنا اگر ہوں بھی بے ثبوت بات ہے کہ ہزاروں صوفی درویش اور وحدۃ وجود نے خدا کہلائے اور کہلاتے ہیں۔ ایک نصرانی ان کی عملی تکذیب کس دلیل سے کر سکتا ہے۔ آج تک یہودیوں کے مقابل کوئی مضبوط دلیل اور عملی دلیل یسوع کی صداقت پر نصرانیوں سے بن نہیں پڑی۔

انصاف کرو ایک شخص جس کا سارا بدن نامرادی اور ناکامی کے گہرے زخموں سے چھلنی ہو گیا ہے اور آخری پیالہ بھی ناکامی کا پی کر دنیا سے رخصت ہوا۔ وہ کونسا تسلی بخش نمونہ مضطرب اور اعمال ہیں اور اعمال سے نتائج کو دیکھنے والی طبیعتوں کے لئے چھوڑ گیا ہے کہ طبیعتیں خود بہ خود اُس کے اتباع کی طرف کھنچی چلی جائیں میں سچ سچ کہتا ہوں کہ عملی نتائج کے دکھانے کے لحاظ سے یسوع میں اور عام پتھر اور مٹی کے بتوں میں کوئی فرق نہیں جسکو چاہو پوج لو آخر اُس دوسرے جہان میں حسرت اور ناکامی ہو گی اس لئے کہ ضرور ہے کہ وہ دوسری زندگی بھی یسوع کی اس زندگی کا ہی ظل ہو۔

ای یسوع کی پرستار قوم موت کو سامنے رکھکر سوچ اور اس پاک سبق میں غور کر جو میں تجھے دیتا ہوں۔

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان کامیابی کا راز)

الغرض ایک ہی انسان کامل ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہیں جنکے مُنہ کی پاک باتیں اس زندگی میں آپ کے دوستوں اور دشمنوں کے حق میں پوری ہوکر اُس دوسرے عالم کے لئے بطور توطیہ اور تمہید کے بنگئیں۔

اس راز کے سمجھانے کے لئے قرآن حکیم نے تمام وعدہ وعید ملا کر بیان کئے۔ آپ کے دشمن آپ کے دیکھتے دیکھتے بموجب اُن دعووں اور تحدیوں کے جو قبل از وقت کی گئیں تھیں ہلاک ہو گئے اور اُن ہی وعدوں کے بموجب آپ کے پیرو اسی عالم میں پوری کامیاب ہو گئے یہاں کی **نار** میں آپ کے دشمن جلے اور آخرۃ کی **نار** کا ثبوت ٹھہر گئے اور آپ کے دوست یہاں کی **جنات** اور ممالک کے مالک ہوکر آخرۃ کی **جنات** کے وعدوں کے صدق کے نمونے ثابت ہوگئے **ایک ہی انسان** ہے جسنے اپنی زندگی میں **اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ** کی آواز سن لی اور **یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا** کا نظارہ دیکھ لیا اور حجۃ الوداع میں لاکھ سے زیادہ آدمیوں کو آخری تبلیغ فرماکر اور اُن سے اپنی تبلیغ کی گواہی لے کر کس کامیابی کے ساتھ پہاڑی سے نیچے اُترا۔ **اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد**

آپ کو ابتدا ہی میں یہ دعا سکھائی گئی تھی **اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم**

تاریخ اور واقعات عالم گواہ ہیں کہ کامیابیوں کی کیسی صراط مستقیم آپ کو ملی اور وہ ساری کامیابیاں اکمل صورت میں آپ کو عطا ہوئیں جو آپ سے پہلے **منعم علیہم** کو ہوئی تھیں۔ دعا اسکو کہتے ہیں اور دعا کے قبول ہونے کا یہ ثبوت ہے۔ اس دعا میں شروع ہی میں یہ پیشگوئی اور جلالی پیشگوئی تھی کہ داعی اگلے راستبازوں کیطرح انعامات الٰہی اور کامیابیوں کا مورد ہو گا اور اس کے اعدا جو اس کی مخالفت میں سیدھی راہ سے بہکے ہوے ہیں خدا کے غضب کے نیچے آئیں گے۔ سوچو کس ضعف کے وقت سے یہ دعا شروع ہوئی اور کیونکر اس کے الفاظ کا مفہوم حرفاً حرفاً پورا ہوا اس کا نمونہ انجیل اور ویدوں کی دعاؤں سے کوئی نکال کر تو دیدے۔ انجیل میں کیسے خوفناک پیرایہ میں دکھایا گیا ہے کہ حضرت یسوع ساری رات دعا مانگتے رہے اور ناک رگڑ رگڑ کر چلاتے رہے کہ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھسے ٹل جاوے پر نہ ٹلا۔

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی قبولیت اور یسوع کی دعا کا مردود ہونا)

عیسائیوں کے قول اور اعتقاد کے موافق یہ پہلی دعا ہے جو ایک برگزیدہ کے مُنہ سے نکلی اور نامراد رہی۔ اسکی ہزاروں تاویلیں یہ لوگ کریں۔ مگر اسبات کے تسلیم کرنے سے تو چارہ نہیں کہ رد کا داغ تو ضرور اسکی پیشانی پر لگا ہوا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالے کی خوفناک معصیتوں کو جائز سمجھنے کے باعث اس قوم کے دل اور دماغ کی ترکیب ہی کچھ ایسی ہو گئی ہے کہ الٰہیات کی پاک اور نازک باتوں سے ان لوگوں کو مناسبت ہی نہیں۔ ان کو **کفارہ** بنانے کے منصوبہ نے اس طرف دھیان کرنے ہی نہیں دیا کہ یہ دو داغ جو یسوع کے ماتھے پر لگاتے ہیں کہ وہ **لعنتی** ہوا اور اُسکی دعا مردود ہوئی ان کا کس قدر بدمفہوم اور افسوسناک انجام ہو گا۔ کاش اب بھی کوئی سمجھے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ خدا تعالی نے **اتباع و تحکیم** کی خوبی ثابت کرنے کے لئے اس عجیب دعوے کے ساتھ یہ عملی دلائل لگا دئے ہیں۔

اور لفظ **سرایک** ہزار زبان سے بولتا ہے کہ باقی تمام انسانوں سے اس تربیت الٰہی کے سبب سے اس انسان کامل کو امتیاز خاص حاصل ہے - سچی بات یہ ہے کہ مامورین ومرسلین ایسے قویٰ لے کر آتے ہیں جنھیں پرعلم اور پرقدرت اور پرحکمت ہاتھ نے پیش نہاد ارادوں کے پورا کرنے کے لئے شروع ہی میں خصوصیت اور امتیاز کی ترکیب دی ہوتی ہے بجز اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کے اشتراک اور بیرونی مشابہت کے اور اُن کی بات عام مخلوق سے ملتی نہیں - یہ ممکن ہی نہیں یا یوں کہو کہ ایسی کوئی قوت اُن میں رکھی ہی نہیں جاتی جس سے ایسی حرکات لامحالہ سرزد ہوں جو قوم کی تباہی کی موجب ہوں - اور عملاً بھی اس کے ثبوت وقوع میں آچکے ہیں - ورنہ خدا تعالیٰ کی حکیم کتاب میں جس نے اخلاق کے علوم کو زندہ کرنے کا ذمہ اٹھایا ہے یہ بات جو بظاہر بڑے تحکم کی بات ہے کبھی درج نہ ہوتی اور یہ درحقیقت خدا تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ مخلوق کو لاانتہا سرگردانیوں اور سردردیوں سے مخلصی دلادی اور انہیں ایک انسان کے ماتحت کردیا۔

(مامورین اللہ اور عوام میں مابہ الامتیاز)

اس بڑے بھاری مرحلہ کے طے کرنے کے بعد اب میں اصل بات کی طرف آتا ہوں - میری اصل غرض یہ ہے کہ ہماری جماعت کو حضرت مسیح موعود و مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک پر بھی ویسا ہی ایمان رکھنا چاہئے جیسے کہ قرآن کریم کی اس آیہ شریفہ کا مفہوم ہے جو میں بیان کرچکا ہوں - اگر اس ایمان میں کچھ بھی کسر رہ جائے گی اور دل کے کسی کونے میں کوئی تردد اور وسوسہ رہ جائے گا تو یاد رکھو کہ وہ اتنا ہی نفاق کے برص کا داغ ہوگا جو یا تو کبھی دنیا میں پھیل کر سارے قلب کے اندام پر محیط ہو جاوے گا یا اسکا بدنتیجہ آخرۃ کی نابینائی ہوگی۔

(مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کیسا ایمان ہو)

اگر اس امر کے لئے کوئی اور ثبوت نہ بھی ہو جب بھی ماموروں مرسل ہونا اس کے لئے کافی دلیل ہے مگر خدا کا شکر ہے کہ یہی آیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک دفعہ الہام ہوئی - جس سے خدا کا منشا ہے جو ایمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مطلوب ہے وہی یہاں بھی مطلوب ہے - میں اپنی فراست سے دیکھتا ہوں کہ خدا تعالےٰ نے اس الہام میں بہت سی حکمتیں ودیعت کی ہیں اور خاص غرض سے یہ اپنا کلام اپنے بندہ کے منہ میں ڈالا۔ من جملہ اُن کے ایک یہ بھی میری سمجھ میں آتی ہے کہ اُس کے علم میں تھا کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جن کے قلوب میں ایسے عظیم الشان انسان کی نسبت دغدغہ اور وسوسے پڑیں گے اور اُن کے نزدیک ایسا ایمان اپنے اجتہاد اور علم اور عقل کی قربانی کرنی ہوگی - دوسری بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ مسیح موعود علیہ السلام کا کام بہت بڑا اور نازک ہوگا - مسیح موعود کو ایسی قوموں سے واسطہ پڑے گا جو اپنے زعموں میں علوم وفنون کی اعلیٰ معراج پر پہونچی ہوں گی۔ بات بھی یوں ہی ہے غیر قوموں کو چھوڑو اندرونی قوموں کے حال پر غور کرو جن کی اصلاح کے لئے حضرت مہدی موعود تشریف لائے ہیں اور جن سے چاہا گیا ہے کہ وہ ایسا ایمان آپ پر لائیں اُن میں ہزاروں بڑے بڑے صوفی اور درویش جن کے پاس اُن کے مانے ہوئے بزرگوں کے انبار در انبار تالیفات اور ملفوظات۔ بڑے بڑے بھاری علما اور مولوی اور مجتہد جو رات دن احادیث اور تفاسیر اور علوم آلیہ کی درس و تدریس میں مصروف رہتے ہیں۔ جن کے دماغ میں ان خشک لفظوں کے رات دن پڑھنے سے یہ کیڑا پیدا ہوجاتا ہے اور ضروری ہے کہ پیدا ہو کہ وہ خود مکتب خداوندی کے یگانہ شاگرد اور مجتہد مطلق ہیں وہ بات بات کے لئے اپنے زعم میں اُن الفاظ کی ایک میزان ہاتھ میں رکھتے ہیں وہ کسی کی بات مان سکتے ہی نہیں جب تک اُس موضوع میزان میں اُسے تول نہ لیں - حقیقت میں خوب غور کرو ہمارے امام مسیح موعود کو کن لوگوں سے پالا پڑا ہے اور کتنا بڑا نازک کام آپ کے سپرد کیا گیا ہے - ان امور کو مدنظر رکھکر (واللہ اعلم بمرادہ وعلمہ اتم واحکم) خدا ئے علیم حکیم نے یہ الہام اپنے بندہ پر نازل کیا کہ جب تک لوگ اپنے علم خشک کے انباروں کو راکھ کرکے اور اپنے استنباطوں اور اجتہادوں اور دانشوں اور فہموں کو خیرباد کہہ کر اُن سادہ اور پاک صحابیوں کی طرح آپ کے پیچھے نہ ہولیں گے جب تک مومن نہ ہوں گے اور کبھی اُن برکتوں کے وارث نہ ہوں گے جو ایسا ایمان رکھنے والے اصحاب کو ملیں

(فلسفہ ورود الہام [illegible] مسیح موعود [illegible] اور اس کے اسرار)

غور کرو

وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ

کا مصداق جب مسیح کی جماعت کو ٹھیرایا گیا تو صحابہ کا سا ایمان اُن سے کیوں مطلوب نہ ہوگا - ضروری ہے کہ ہمارا ایمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقوال واعمال وافعال کی نسبت ویسا ہی ہو جیسا ہم پر فرض ڈالا گیا ہے کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر رکھیں - اسلئے کہ وہ برکات جو صحابہ کو ملیں وہی

(صحابہ جیسا ایمان [illegible] مسیح موعود [illegible])

غلام مولا

سے وعدہ کیا گیا ہے - کیا ہم میں اس وقت تنازع نہیں - کیا عرب جاہلیت کی ساری بداخلاقیاں اور بے اندامیاں ہم میں نہیں - کیا وہی باہمی جنگیں اور فساد اور کینے ہم میں نہیں - کیا اسوقت بات بات پر ادنی ادنی اختلاف پر اُسی طرح ہم زبان کی تلوار نہیں نکالتے - غرض اب کونسی بات باقی رہ گئی ہے جو اُن لوگوں میں تھی اور ہم میں نہیں - بدقسمتی سے جو لوگ ہم میں حدیث اور تفسیریں پڑھ چکے ہیں اور وہ جو اردو ترجموں کے ذریعے کتابوں پر واقف ہو چکے ہیں اور کورنجتی سے وہ جو دہلی کے اُس خشک الفاظ یاد کرادینے والی مکتب کو چھو کر آتے ہیں وہ اپنی رائے میں فہم میں - اجتہاد میں - استنباط میں - عملاً مستقل شارع اور رسول بن بیٹھے ہیں - اُنھیں سرخ موت کی برابر ہے کہ کسی کی بات پر سرخم کریں - غرض اسوقت بھی اُسی قسم کے ایمان کے دواعی موجود ہیں بلکہ بدرجہا زیادہ ہیں جو عرب میں موجود تھے - اگر اس ایمان میں ضعف اور کمی رہ گئی تو وہ برکات کبھی ملنے کے ہی نہیں - مگر میں بصیرۃ سے ایمان رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اپنے مسیح کے لئے بھی ایسی جماعت تیار کرے گا جنکا ایمان صحابہ کے ایمان کے ہم پلہ ہوگا اس لئے کہ ضرور ہے کہ وہ برکتیں پھر نازل ہوں جو پہلے نازل ہوئیں اور اس لئے کہ رسالت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ) پھر دنیا میں اپنی پہلی آب وتاب کے ساتھ جلوہ گر ہو۔

میں نے دلی رنج اور افسوس کے ساتھ بعض خط پڑھے ہیں جن سے ایک قابل افسوس تنازع کی خبر ملی جو بعض ناواقف اور جلد باز اور ناتجربہ کار لوگوں کی طرف سے برپا ہوا - بعض غلط کاروں نے ناواجب جوش کی تاب مقاومت نہ لاکر مُنہ سے کہہ دیا کہ ہم پابند نہیں کہ امام کی ساری باتوں کو مانیں - ہم خود دیکھ لیں گے اگر امام کی بات قرآن وحدیث کے موافق ہوگی تو مان لیں گے ورنہ اُس کی طرف التفات نہ کریں گے - میں خوب جانتا ہوں کہ یہ مرض بعض اُن لوگوں میں ہے جو بدقسمتی سے چار حرف پڑھ گئے ہیں اور وہ خدا تعالیٰ کے مصفا آئینہ کے حضور میں اتنی دیر بیٹھنے کی توفیق نہیں پا سکے کہ اُن کے علوم وفہم کی بدصورتی اُن پر کھل جاتی - افسوس یہ سوء ادب ایسا ہی کہ اس کے سُننے سے عرش الٰہی کانپ اُٹھتا ہے - کاش وہ حقیقت بیعت میں غور کرتے اور پھر سوچتے کہ انھوں نے باوجود بیع کے پھر اپنا بیچا کیا ہے - یہ استکبار وانانیت جو ایک ہی بربادی بخش متاع ہے جسکا بیج ڈالنا اور گھر کے صندوق سے جلدی نکال ڈالنا انھیں ضروری تھا - یہ تو انھوں نے سنبھال اور اطلس کے غلافوں میں لپیٹ کر اپنے اپنے صندوقوں میں رکھ لی - پھر میں پوچھتا ہوں انھوں نے بیعت کیا کی - وہ تو آخر کار اپنے اوپر ایمان لانے والے یا یوں کہو کہ اپنے ہی اجتہاد اور حدیث دانی اور قرآن دانی پر ایمان لانے والے نکلے - وہ حضرت **حکم اللہ** پر ایمان کیا لائے وہ تو اُس حَکَم کے بھی حَکَم بن بیٹھے کیونکہ جب **امام حکم** کی طرف سے کوئی مسئلہ قرآن وحدیث سے استنباط ہوکر شائع ہوگا اس کے بعد ان کی ڈیوٹی ہوگی کہ وہ اپنے علوم اور اجتہاد کی قوتوں کو جو شاید کہیں کہیں چلی گئی ہوں جمع کریں اور خوب غور کریں کہ امام صاحب کا یہ استنباط صحیح ہے یا نہیں ہے - پھر اگر اُن کی استنباط واجتہاد کی میزان میں پورا اُترا تو قبول ورنہ مردود - اللہ اکبر سوچو اور خدا کے لئے غور کرو یہ کتنا بڑا بول ہے **کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا** - حضرت کا موعود حکم اسی لئے تو آیا اور ایسے وقت میں آیا کہ تمھارے مغز خدا کی باتوں کی سمجھنے کے لائق نہ رہے تھے - اور محققین پر نیک بات کے سمجھنے میں ٹھوکریں لگنی شروع ہوگئی تھیں - ورنہ لفظ حکم کی اور حقیقت کیا ہے - جب اُس کے آنے پر بھی وہی سردردی باقی رہی کہ ہمارے اجتہاد اور استنباط کی مشینیں بھی ویسی ہی دن رات چلتی رہیں بلکہ پہلے سے بھی زیادہ اسلئے کہ حضرت امام کے مُنہ سے آئے دن ایک نئی بات اور اچھوتی بات نکلتی ہے جو بظاہر قرآن وحدیث کے خلاف معلوم ہوتی ہے اور درحقیقت ایک نازک اور دقیق استنباط ہوتا ہے اور ہمیں یہ مصیبت پڑگئی کہ ہم اپنی اپنی جگہ اسکو پرکھتے رہیں کہ آیا امام کا یہ استنباط صحیح ہے یا نادرست اور تحریف اور تسویل ہے تو بتاؤ کہ ہم تو اس امام حکم کے آنے پر وبال اور نکال میں پڑگئے - ہمارا کام تو اتنا بڑھ گیا کہ خدا کی پناہ - یہ ہمارے لئے رحمت اور فضل کیا آیا ہم پر تو زحمت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے - یہی باتیں تو وہ لوگ کہتے ہیں جو اس نور سے مستفید نہ ہوسکے وہ بھی تو یہی کہتے اور اپنے تئیں اس کہنے میں حق پر سمجھتے ہیں کہ ہم اس شخص (مسیح موعود) .... کی باتوں کو کیونکر قبول کریں جب تک قرآن وحدیث کے موافق نہ پائیں - اور درحقیقت یہ وہی شبہ ہے جو یہودیوں اور نصرانیوں نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کیا۔

وہ بھی یہی کہتے تھے کہ توریت اور انجیل کے نصوص کے برخلاف اس شخص کا وجود اور اعمال ہیں پھر ہم اسے کیونکر قبول کریں۔

مامور اور مرسل کی حقیقت پر ان لوگوں کو کبھی غور کرنی نصیب نہیں ہوئی۔ نادانو اگر تمہارے عقول اور فہم اور تجربوں پر مامور و مرسل کے انتخاب کی بنا ہو تو وہ خدا کا مرسل اور موعود کیوں ہو۔ تم تو نصوص الہیہ کے فہم کے لحاظ سے غلطیوں میں پڑ چکے اور ناپاک اور مزخرف اعتقادوں پر جمے ہوتے ہو جب وہ مامور موعود آتا ہے اور تمہاری اُن ہی غلطیوں اور نصوص الہیہ میں بیجا دست اندازیوں کا تو وہ حکم بنکر آتا کہ پھر تمہاری بات کیونکر اسوقت چلے وہ خدائے حکیم علیم کا سکھایا ہوا۔ اس کے قویٰ ازلاً ان کاموں کے ستر اوار جن کے پورا کرنے کو وہ آتا ہے۔ وہ سنور۔ وہ آسمانی نشانوں سے اپنے دعووں پر تائید یافتہ۔ وہ تبلیغ اور استنباط میں ملائکہ الٰہی کے حفظ کے قلعہ میں جاگزین۔ تم گرے ہوئے۔ پست ہمت۔ اور شہوات کے تاریک کنوئیں میں سرنگوں بیٹھے ہوئے۔ تنکے کی طرح جھونکوں کے ساتھ ہر طرف کو جھک جانے والے تمہاری کیا بساط اور کیا زہرہ ہے کہ تم اس کے حکم بنو اور اس کا کلام اور کام جب تک تمہارے علم اور فہم کے موافق نہ ہو درست ہی نہ ہو۔ اس سے زیادہ میں اس وقت نہیں کہتا اگر خدا نے چاہا تو کسی وقت اسپر مفصل چٹھی لکھوں گا۔ آہ اسوقت مجھے کتنا درد ہے کہ لوگ ہنوز اس خدائی نعمت سے کم واقف ہوکر ہیں۔ آہ اس فضل خداوندی کا کتنا کفران کیا گیا ہے میرا دل درد میں اور میری روح جوش میں ہے کہ میں کہاں سے وہ الفاظ لاؤں جو لوگوں کو یقین دلا سکوں کہ یہ وہی نور ہے جو شروع میں کل نبیوں کی زبان سے اور آخر میں خاتم النبیین علیہ الصلوۃ و السلام کی زبان مبارک سے وعدہ دیا گیا تھا۔ یہ یقیناً وہی ہے جسپر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام بھیجا۔ اے میری قوم چھوڑ مکذبوں اور منکروں اور خدا اور رسل انبیاء سے جاہل لوگوں کو۔ چھوڑ دے انھیں کہ انکا تکبر اور ان کی بدزبانی اور کفران نعمت اور ان کی کور باطنی اپنا رنگ لاوے تو اُٹھ اور اس کی قدر کر جو حق قدر کرنے کا ہے۔ تو اپنے پاک ایمان اور قوی عرفان کے ساتھ اسکی ذات پاک کی نسبت اپنے اقوال اور افعال سے وہی نمونے دکھا جو صحابہ نے دکھائے تو کہ تو اُن تمام نعمتوں کی وارث ہو جو انھیں ملیں۔

ناعاقبت اندیش جلد بازوں اور شکوک کے ورطوں میں غوطہ کھانے والوں سے تیرا کیا کام تجھے وہ ایمان مبارک ہو جو خدا کی حکیم کتاب کی اس آیت نے حضور سرور عالم علیہ الصلوۃ و السلام کی نسبت اور پھر خدا تعالیٰ کے الہام نے اس آیت کے واسطہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی نسبت تقاضا فرمایا ہے میں اس وقت حضرت امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اگر میں غلو کر رہا ہوں اور میری زبان حق کے بیان کرنے میں کجی اور ناانصافی کی طرف جاری ہے تو میرے بیان کی اس وقت اصلاح کردیں اور سامعین خطبہ پر اسوقت کھول دیں کہ مینے غلط بیان کیا ہے مگر میں خدا تعالےٰ کے فضل سے بصیرۃ کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں حق بیان کر رہا ہوں۔ میری روح امام کے علوم کے چشمہ سے سرشار ہوکر یہ پاک ندبان بہار ہی ہے اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ میں اسوقت خود حضرت امام علیہ السلام کی زبان ہوں۔

اور آخر میں میں حضرت امام سے جسے مینے اپنے والدین سے بھی زیادہ رحیم کریم پایا ہے بمنت عرض کرتا ہوں کہ وہ نماز میں رکوع و سجود کے اندر میرے لئے اور میرے مخلص احباب کے لئے خصوصاً اور ہماری جماعت کے لئے عموماً دعا کریں کہ ہمیشہ ہماری زبان اور ہمارا دل اس ایمان پر متفق رہیں۔ اور ہماری زندگی۔ ہمارا مرنا اور ہمارا جی اُٹھنا آپ کے ساتھ ہو

آمین

تنبیہ

مینے اس خطبہ کو دوبارہ اپنے قلم سے لکھا ہے میری روح میں بڑا جوش پیدا ہوا کہ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میری یہ دل کی باتیں قبول کا شرف پائیں گی۔ کل صبح کی اذان سے قبل میں کیا دیکھتا ہوں کہ میری داہنی کان کے ساتھ بہت سی ٹیلیفون لگی ہوکر اور مختلف شہروں سے مختلف دوستوں کی طرف سے آوازیں آرہی ہیں وہ کہ جو کچھ آپ ہمارے مسیح موعود کی نسبت کہتے ہیں ہم اسکو خوب سمجھتے ہیں " مجھے خیال پڑتا ہے کہ کسی نے یہ بھی کہا کہ " ہم اسکا اعتراف کرتے ہیں " اس بشری سے مجھے یقین ہوگیا کہ میرے دوست میری ان باتوں کی قدر کریں گے اور انسے انشاءاللہ بعد مستفید ہوں گے۔ تحدیث بالنعمۃ کے طور پر میں یہ بھی لکھنا ضروری سمجھتا ہوں کہ بعد نماز جمعہ کو حضرت اقدس سے کچھ عرض کرنیکے لئے اندر گیا بعد ادھر اُدھر کے ذکر کے مینے خطبہ کی نسبت آپ سے پوچھا تھا فرمایا " یہ بالکل میرا مذہب ہے جو آپنے بیان کیا" اور فرمایا " یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ آپ معارف الہیہ کے بیان میں بلند چٹان پر قائم ہوگئے ہیں۔ اور بھی اسی قسم کے جملے فرمائے و ذٰلک فضل اللہ الخ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

افسوس

سخت افسوس کی بات ہے کہ ہندوستان میں آریوں اور عیسائیوں کیطرف سے کئی رسالے اور اخبار ہفتہ وار اور ماہوار چھپتے ہیں جنیں دین و دنیا کے سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اسقدر بدزبانیاں کی جاتی ہیں اور گالیاں دی جاتی ہیں کہ ایک غیرت مند مسلمان کا بدن تھرا اٹھتا ہے اور آنکھوں میں خون اتر آتا ہے ان رسالوں میں کچھ ایسا زہر بھرا ہوا ہے کہ کئی مسلمان انکو پڑھکر مشکک اور مرتد ہو گئے ہیں ہندوستان میں چھ کروڑ مسلمان موجود ہیں لیکن افسوس کہ ایک اخبار یا رسالہ بھی انکی طرف سے باقاعدہ نہیں چھپتا جو ان مخالفوں کے دندان شکن جواب دیکر اہل اسلام کو دوزخ کے گڑھے سے بچاوے اور انکا جو صدقہ جاریہ کہتے ہیں، کہ عیسائیوں کے مشن کا بہت سارا روپیہ ایک بات سے وصول ہو جاتا ہے کہ ولایت کے عیسائیوں نے ایکوقت کی چاء میں میٹھا ڈالنا چھوڑ دیا ہے اور اسی ایکدفعہ کے میٹھا چھوڑ دینے سے ہزاروں روپیہ جمع ہو جاتا ہے جو وہ عیسائی مشن کے اور عیسائی رسالوں کے شائع کرنے میں صرف کرتے ہیں اسلام جو خدائی مذہب ہے اُس کے لئے مسلمانوں کو اتنی بھی غیرت نہیں ہونی چاہیئے ضرور ہونی چاہیئے اور اسی غیرت نے ہمارا دامن پکڑا ہی کہ ہم یہ رسالہ **انوار الاسلام** ماہوار نکالنے پر مجبور ہوئے جس میں نور افشاں وغیرہ عیسائی اخباروں آریہ گزٹ وغیرہ آریہ کے اخباروں اور مخالفین کی تمام اعتراضات کی مفصل جوابات لکھا کرتے ہیں ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ اس رسالہ کو منگاوی اور مطالعہ کرے ۴۲ صفحہ ماہوار قیمت نہایت کم معہ محصولڈاک ۱ سالانہ قیمت بر حالت پیشگی آنی چاہیئے نمونہ کیلئے ایک آنہ کا ٹکٹ آنا چاہئے واعظین اسلام سے رسالہ کی قیمت سالیانہ صرف ۱۲ اور غیر مذاہب سے صرف ۸ اس غرض سے کہ غیر مذاہب کو روبرو خدا کی یہ موقع کہنے کا نہ ملے کہ ہم نے دنیا میں رسالہ انوار الاسلام نہیں دیکھا

المشتہر منشی کریم بخش مالک و مہتمم رسالہ انوار الاسلام

براہین احمدیہ چار جلد کامل

یہ وہ نادر اور بے نظیر کتاب ہے جس میں قرآن شریف کے کلام الٰہی ہونے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت کے ثبوت میں تین سو زبردست دلائل قاطع دئے گئے ہیں اور اسلام کو بمقابلہ جمیع مذاہب کے اعلیٰ و افضل ثابت کیا گیا ہے اور اثبات رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں آجتک کوئی ایسی کتاب تصنیف نہیں ہوئی موافق اور مخالف اسکی تعریف میں رطب اللسان ہیں اس کی پہلے قیمت ۲۵ روپیہ تھی اور بوجہ نایابی کے دنیا اس کی زیارت کو ترس رہی تھی ہم نے بڑی کوشش اور جانفشانی سے اس کتاب کو زیور انطباع ثانی پہنایا ہے ناظرین یہ موقعہ ہاتھ سے نہ کھوئیں نہایت جلد خرید فرمائیں کاموٹا چھاپہ نفیس خوشخط اور خوش نما قیمت نہایت ہی کم صرف (ے؎) ۔

المشتہر منشی کریم بخش مالک مطبع مفید عام سیالکوٹ

عجیب و غریب مرہم

المعروف

بمرہم عیسیٰ و بمرہم رسل و بمرہم شلیخہ

معزز بھائیو! یہ ایک نہایت ہی پر تاثیر اور نادر مرہم ہے اس مرہم کے طیار کرنے میں سب سے بڑی مشکل تو اس کے اجزا نادر الحصول ہیں اور اس ملک میں انکا دستیاب ہونا مشکل ہے ہم بڑی خرچ کے ساتھ اصلی اور خالص اجزا ملک شام و انگلنڈ و مصر وغیرہ سے منگاتے اور اس مرہم کو طیار کرتے ہیں اس کو ہر ایک زمانہ کے فاضل طبیبوں نے آزمایا اور اسکی اعجازی تاثیرات کو بلا اختلاف سب نے تسلیم کیا ۔ حکما یورپ بھی اس کے عجیبہ خواص کے قائل ہیں خالص یقینی صحیح اور آلائش سے پاک خاص ترکیب کے ساتھ ہم ہی یہ مرہم طیار کرتے ہیں ایکدفعہ ضرور آزمائش کرے۔

فوراً جائے درد پر اثر کرتا ہے

ہر قسم طاعون ۔ سرطان کے زخم ۔ خنازیر (کنٹھمالا) گلٹیاں ۔ بد ۔ ہر طرح کے ناسور زخموں کے کیڑے ۔ پرانے گندے زخم ۔ پھنسی ۔ پھوڑے ۔ گھاؤ گنج ۔ خارش طرح طرح کی جلد کی بیماریاں سرطان رحم ۔ چوٹوں کے زخم موچ ۔ تلی کے ورم ۔ بواسیر کے درد ۔ ہاتھوں کا سردی سے پھٹ جانا ۔ کانوں سے ریم کا بہنا ۔ جانوروں کا کاٹ لینا ۔ جل جانا ۔ عورات کی خطرناک بیماریاں وغیرہ وغیرہ کا دنیا بھر میں لاثانی علاج ہے قیمت فی ڈبیہ ۱۲

کارخانہ مرہم المعروف بمرہم عیسیٰ حکیم محمد حسین بھاٹی دروازہ لاہور سے طلب کرو

ممیرے کا سرمہ

مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل اگزیمینر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

معزز انگریزوں میڈیکل کالج کے پروفیسروں نامور ڈاکٹروں والیان ریاست اور ولایت کی یونیورسٹی کے سند یافتہ ڈاکٹروں نے بعد تجربہ اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہے کہ یہ سرمہ امراض ذیل کے لئے اکسیر ہے ضعف بصارت تاریکی چشم دھند جالا پڑوال غبار پھولا سبل سرخی ابتدائی موتیا بند ناخنہ پانی جانا خارش وغیرہ معزز ڈاکٹر اور حکیم بجائے اور ادویہ کی آنکھوں کے مریضوں پر ایسا اس سرمہ کو استعمال کرتے ہیں چند روز کے استعمال سے بینائی بہت بڑھاتی ہے اور عینک کی بھی حاجت نہیں رہتی۔ بچہ سے لے کر بوڑھے تک کو یہ سرمہ یکساں مفید ہے قیمت اس لئے کم رکھی گئی ہے کہ عام و خاص اس سرمہ سے فائدہ اٹھا سکیں۔ قیمت فی تولہ ہر خرچ ڈاک ذمہ خریدار درخواست کے وقت اخبار کا حوالہ ضرور دیں نقلی و جعلی ممیرے کے سرمہ کے اشتہاروں سے ضرور بچنا چاہیئے۔ المشتہر پروپرائیٹر میا سنگھ اہلو والیہ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور

ان سے بڑھ کر اور کیا معتبر شہادت ہو سکتی ہے

(۱) میں بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہوں کہ ممیرے کا سرمہ جو سردار میا سنگھ اہلو والیہ نے تیار کیا ہے بڑی بیش قیمت اور مفید دوا ہے بالخصوص مفصلہ ذیل امراض کے لئے بمنزلہ اکسیر ہے آنکھوں سے پانی بہتے جانا دھند سوزش ہر قسم جسکو عموماً آنکھ آنا کہتے ہیں جلن کمزوری نظر ناخنہ باہر اور اندر کی جھلی کا زخم اور اُن سے پیپ کا گرنا چونکہ اس سرمہ میں کوئی مضر کیمیاوی شے نہیں ہے اگر ہر کسی کے لئے استعمال مفید ہے مفصلات میں جہاں لائق ڈاکٹروں کا ملنا مشکل ہے وہاں ایسی مفید دوا کو ضرور پاس رکھنا چاہیئے اس لئے میں بلا شک و شبہ شہادت دیتا ہوں کہ مذکورہ بالا امراض کے لئے ممیرے کا سرمہ ضروری ہے۔ راقم ڈاکٹر ڈی ام بی ایم ساگلی صاحب ایم۔ بی ایم ایس سند یافتہ یونیورسٹی۔

۲- میں بڑی خوشی سے ممیرے کے سرمہ کے فائدہ بخش اثر کی نسبت شہادت دیتا ہوں کہ جو سردار میا سنگھ اہلو والیہ نے تیار کیا ہے میں نے اس کا تجربہ اپنے ایک زیر علاج مسماۃ ہم دیوی عمر ۵۰ سال پر کیا ہے مریضہ مذکور کی آنکھوں کی پلکوں میں خورد خورد دانے نکلے ہوئے تھے اور پڑوال پڑتے تھے اُس کی آنکھیں عرصہ سے سرخ اور دُکھتی رہتی تھیں اُن میں سے کثرت سے مواد نکلتا تھا اُس کی بینائی میں فرق اسقدر آگیا تھا کہ سوئی میں دھاگا بھی نہیں پرو سکتی تھی اور وہ اُن اشیاء کو جو اس کے تین گز کے فاصلہ پر رکھی جاتی تھیں صفائی سے نہیں دیکھ سکتی تھی مریضہ مذکورہ نے نیز روز تک استعمال کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسی امراض مذکورہ سے کلی صحت پائی۔

راقم خان بہادر محمد حسین خاں ایل۔ ایم ایس اسسٹنٹ سرجن ڈینٹسٹ آنریری مجسٹریٹ لاہور سابق پروفیسر میڈیکل کالج لاہور۔

۳- میں نے ممیرے کے سرمہ کا جو کہ سردار میا سنگھ اہلو والیہ نے تیار کیا ہے اُن مریضوں پر جن کی آنکھیں بہت کمزور اور بیمار تھیں استعمال کر کے دیکھا مفید پایا میری رائے میں خاصکر ان مریضوں کے واسطے جنکی آنکھوں سے پانی جاری رہتا ہے اور دھند اور غبار اور کمزوری نظر ہو یہ سرمہ نہایت مفید ہے

راقم ڈاکٹر برجلال گھوس رائے بہادر ڈاکٹر ایل ایم ایس اسسٹنٹ سرجن و پروفیسر میڈیکل کالج لاہور حال آنریری سرجن گورنر جنرل ہند۔

۴- میں اس سرمہ کی بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہوں کہ ممیرے کا سرمہ جو کہ سردار میا سنگھ اہلو والیہ نے تیار کیا ہے اپنے زیر علاج کئی اک قسم کے مریضوں پر استعمال کیا میری رائے میں بینائی قائم رکھنے اور آنکھوں کی بیماریوں سے بچنے کے لئے ممیرے کا سرمہ کا استعمال بہت مفید ہے راقم خان بہادر ڈاکٹر سید میر شاہ ایل۔ ایم۔ ایس اسسٹنٹ سرجن و پروفیسر میڈیکل کالج لاہور۔

پانچہزار روپیہ انعام

اگر کوئی شخص ممیرے کے سرمہ کی سندات میں سے جو قریب بارہ ہزار کے ہیں ایک کو بھی فرضی ثابت کر دے تو اسکو مبلغ پانچ ہزار روپیہ انعام دیا جاویگا جو لاہور کے نیشنل بنک میں اسی مطلب کے لئے ۹ مارچ ۱۹۱۲ء میں جمع کیا گیا ہے۔

مطبع انوار احمدیہ قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر کے اہتمام سے چھپا